# بین الاقوامی تعلقات کی تفہیم و وسعت: مسلمانوں کی علمی خدمات سے استفادہ کی ضرورت

Scope and Understanding of the International Relations: A Need for Benefitting From the Educational Services of the Muslims


**ندیم عباس:** پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

**ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس:** پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد



**Abstract:**

Unity, brotherhood, love, and harmony are of fundamental importance for the peace of nations, societies, tribes and states, otherwise, clashes and differences of civilization and ideologies may cause the possibilities of war and disharmony. In such case, it is necessary to endeavour for the legislation related to international relations, its promotion and implementation. The laws made by Islam for the peace of nations have key role in strengthening the mutual relations. Keeping in view the importance of international relations, the Muslims for the importance and in an attempt for the practical implementation of these laws, have rendered valuable services. The services rendered by the Muslims can help in further strengthening the contemporary international relations economically, socially, and culturally as well as further promoting peace, mutual brotherhood, and rights of the minorities, international contracts and trade, safety of women, children, old people, religious leaders, ambassadors and war prisoners. This can help improving the international relations.


**Key Words:** Islam, Relation, War, Nation, Minorities, International, Muslims.

اقوام، معاشرے، قبائل اور مملکتوں کی سلامتی کے لیے اتحاد، باہمی اخوت و محبت اور ہم آہنگی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ورنہ تہذیب و افکار کے تصادم و اختلاف سے جنگ و بدامنی کی صورت حال پیدا ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں بین الاقوامی تعلقات سے متعلق قانون سازی، اس کا فروغ اور عملی نفاذ کے لیے کوشش انتہائی ضروری ہے۔ اسلام

نے اقوام کی سلامتی کے لیے جو قوانین وضع کیے وہ باہمی تعلقات کو مضبوط بنانے میں اساسی کردار کے حامل ہیں۔ بین الاقوامی تعلقات کی ضرورت کے پیش نظر مسلمانوں نے ان قوانین کی اہمیت اور عملی نفاذ کی کوشش کی خاطر علمی و تحقیقی سطح پر گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں جس سے بین الاقوامی تعلقات کی تفہیم و وسعت سے استفادہ کر کے عصری بین الاقوامی تعلقات کو معاشی، معاشرتی، سیاسی اور تہذیبی و تمدنی طور پر مزید مضبوط بنانے کے ساتھ ساتھ امن و سکون، باہمی محبت و اخوت اور ہم آہنگی، اقلیتوں کے حقوق، بین الاقوامی معاہدات و تجارت، دوران جنگ عورتوں، بچوں، بزرگوں، مذہبی رہنماؤں، سفیروں اور جنگی قیدیوں کے تحفظ کو مزید فروغ بخشا جاسکتا ہے۔ جس سے بین الاقوامی تعلقات میں بہتری لائی جاسکتی ہے۔

عہد حاضر کی اقوام ریاستی و مملکتی طور پر گلوبل ویلج کی صورت اختیار کر چکی ہیں جس کے پیش نظر بین الاقوامی تعلقات سے متعلق قوانین واصول کی پہلے سے زیادہ اہمیت معلوم ہوتی ہے جس میں ان کا استحکام ہے کیوں کہ ریاستیں اس وقت تک مستحکم نہیں ہو سکتیں جب تک ان کے مابین معاشرتی و سماجی، معاشی و عمرانی، اقتصادی و تجارتی، تہذیبی و تمدنی اور مذہبی، امن و جنگ اور معاہداتی تعلقات اور ان سے متعلق قوانین موجود نہ ہوں۔بنیادی طور پر اقوام عالم ایسے تعلقات استوار کرنا چاہتی ہوتی ہیں اسی ضرورت واہمیت کے پیش نظر مسلمان علماء نے بین الاقوامی تعلقات پر علمی خدمات سرانجام دے کر اس کو مستحکم کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مسلمانوں نے اس ضمن میں جامع وعالمگیر اور ہمہ گیر اسلامی بین الاقوامی تعلقات کو علمی و تحقیقی انداز میں پیش کیا ہے۔ اس فن کے اصلی مصادر قرآن و سنت اور صحابہ کرام کے اقوال و افعال ہیں جن کو بنیاد بنا کر علمائے اسلام نے باقاعدہ تحریری شکل میں بین الاقوامی تعلقات کی علمی ضرورت کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ان میں حضرت زید رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے باقاعدہ اپنی کتاب "المجموع فی الفقہ" میں بین الاقوامی تعلقات کا باب قائم کیا، ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے باقاعدہ علم السیر کے نام سے "کتاب السیر" لکھی اور اس کی باقاعدہ اصطلاح قائم کی اور اپنے تلامذہ ابو یوسف و محمد بن الحسن الشیبانی کو یہ فن پڑھایا پھر دونوں تلامذہ نے اس پر باقاعدہ کتب تحریر کیں محمد بن الحسن الشیبانی نے "السیر الکبیر" اور "السیر الصغیر" لکھیں۔ سرخسی نے ان کی شروحات لکھیں اور بین الاقوامی تعلقات پر کئی نئے اصول متعارف کروائے اور ابو یوسف نے "کتاب الخراج" و

"کتاب الآثار" میں بین الاقوامی تعلقات کو مختصر ذکر کیا،امام اوزاعی نے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی "کتاب السیر" پر اعتراضات وارد کیے جن کے جواب میں قاضی ابو یوسف نے "الرد علی سیر الاوزاعی" کے نام سے کتاب لکھی جس کو امام شافعی نے "الام" میں بھی ذکر کیا ہے۔ابو اسحاق فنزاری نے باقاعدہ "کتاب السیر" لکھی۔ بعد ازاں اکثر فقہائے کرام نے کسی نہ کسی ذریعے سے بین الاقوامی تعلقات کو اپنی تحقیق کا حصہ بنایا۔ جس طرح علامہ کاسانی نے "بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،ابن نجیم نے البحر الرائق، علاو الدین حصکفی نے الدر المختار وغیرہم ۔ متاخرین میں سے ابو زہرہ مصری نے " العلاقات الدولیۃ فی الاسلام"،ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے "العلاقات الدولیۃ فی الاسلام"، صبحی محمصانی نے "القانون والعلاقات الدولیۃ فی القانون الشریعۃ"،ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی نے " قانون بین الممالک" اور " قانون بین الممالک کے اصول و نظیریں"،ڈاکٹر محمود احمد غازی نے "اسلام کا قانون بین الممالک" کے نام سے بین الاقوامی تعلقات پر کتب تحریر کیں ان کتب میں مجموعی طور پر علمائے اسلام نے بین الاقوامی تعلقات کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

1۔دار الاسلام 2۔دار الحرب 3۔دار العہد 4۔دار الصلح اور 5۔دار الامن۔

پھر ان میں سے ہر ایک پر تفصیلی بحث بھی کی۔ عصر حاضر کے بین الاقوامی تعلقات سے متعلق اگر مسلمانوں کی علمی و تحقیقی خدمات کے مطالعہ سے استفادہ کیا جائے تو بین الاقوامی تعلقات کو باقاعدہ طور پر مستحکم بنیادوں پر استوار کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ اسلامی بین الاقوامی تعلقات کے علاوہ دیگر قوانین دنیا میں موجود ہیں لیکن وہ اپنے اندر وہ جامعیت و ہمہ گیریت اور عالمگیریت نہیں رکھتے جو اسلام کے بین الاقوامی تعلقات میں ہے۔رومن لاء، جسٹینین لاء، گریک لاء کے خاتمے کا سبب اس کا جامع و کامل نہ ہونا تھا جس میں آئے روز تبدیلی کرنا پڑتی۔یوں اقوام متحدہ کا بین الاقوامی قانون خطبہ حجۃ الوداع سے مستفاد ہے۔اس لیے دنیا کے تمام بین الاقوامی تعلقات سے متعلق قوانین میں سے جامع و کامل اسلامی بین الاقوامی تعلقات کا قانون ہے۔ جس کو علمائے اسلام نے بڑی وضاحت کے ساتھ قلمبند کر دیا ہے۔ جس سے عصر حاضر میں بین الاقوامی تعلقات کے لیے استفادہ کر کے اسے مضبوط و مستحکم کیا جا سکتا ہے۔

## سابقہ کام کا تحقیقی جائزہ

بین الاقوامی تعلقات پر مواد قرآن و سنت اور عہد خلفائے راشدین سے کثرت کے ساتھ ملتا ہے لیکن باقاعدہ ایک فن کے طور پر دوسری صدی ہجری میں وجود میں آتا ہے جس پر امام اوزاعی، ابو حنیفہ، ابو اسحاق فزاری، محمد بن الحسن الشیبانی اور ابو یوسف جیسے آئمہ نے باقاعدہ کتب تحریر کیں یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا اور حالات و واقعات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے اپنے عہد میں آئمہ قانون و فقہ نے اس موضوع پر قلم اٹھایا متاخرین میں سے بین الاقوامی تعلقات پر لکھی جانے والی ڈاکٹر حمید اللہ اور ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی کتب کے ساتھ ساتھ، مختلف جامعات میں پی ایچ ڈی اور ایم فل سطح پر باقاعدہ علمی و تحقیقی مقالہ جات تحریر کیے گئے جن میں بین الاقوامی تعلقات سے متعلق اسلامی اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے عہد حاضر کے مطابق پیش آنے والے نئے مسائل اور صورت حال کو احسن طریقہ سے بیان کیا گیا ہے جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

- رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کا سفارتی نظام، حافظ محمد یونس، پنجاب یونیورسٹی لاہور، پی ایچ ڈی، 1986ء
- اسلام کا قانون جنگ و امن اور قیام امن عالم میں اس کا کردار، حسام الدین، کراچی یونیورسٹی، پی ایچ ڈی، 1999ء
- عالمگیریت اسلامی تناظر میں، مقدس اللہ، پشاور یونیورسٹی، پشاور، پی ایچ ڈی، 2008ء
- اسیران جنگ کے حقوق: جنیوا کنونشن اور اسلامی تعلیمات، عتیق الرحمان، پنجاب یونیورسٹی لاہور، پی ایچ ڈی، 2011ء
- اسلامی ریاست کے بین الاقوامی تعلقات قرآن و سنت کی روشنی میں، محمد انس گورایہ، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد، پی ایچ ڈی، 2012ء
- قرن اول میں مسلمانوں کے غیر مسلموں سے تعلقات و معاہدات اور عصر حاضر، محمد اسلم صدیقی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پی ایچ ڈی، 2012ء
- عصری اسلامی مملکت کی خارجہ پالیسی، اسلامی تعلیمات اور نظائر، محمد علی، یونیورسٹی آف دی پنجاب، لاہور، پی ایچ ڈی، 2012ء
- اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق۔ عصری افکار و رجحانات: ایک تجزیاتی مطالعہ، سعد اللہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور، پی ایچ ڈی، 2013ء
- بین الاقوامی سطح پر مسلم اور غیر مسلم کے تعلقات کا جائزہ، ارم سلطانہ، نمل یونیورسٹی اسلام آباد، پی ایچ ڈی، 2014ء

- اسلام، یہودیت اور عیسائیت کا تصور امن و جنگ اور مسلم نشاۃ ثانیہ، رانا تنویر قاسم، دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، پی ایچ ڈی، 2014ء
- قرآن کریم اور سیرت طیبہ کی روشنی میں مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان تعلقات کا تحقیقی جائزہ، کراچی یونیورسٹی، پی ایچ ڈی، 2015ء
- قیدیوں کے حقوق و سزا کے مغربی اور اسلامی تصور اور اطلاق کا تقابلی جائزہ۔ فریدہ یوسف، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، پی ایچ ڈی، 2015ء
- عہد مغلیہ میں مسلمانوں و غیر مسلموں کے تعلقات اور ان کے سماجی اثرات، آصف بیگ، اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور، پی ایچ ڈی، 2016ء
- بین الاقوامی تعلقات کے اصول: مکاتیب اور وثائق رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں، سعدیہ جبین، پشاور یونیورسٹی، پی ایچ ڈی، 2017ء
- مسلمانوں اور غیر مسلموں کے باہمی تعلقات (عہد عثمانی میں)، محبوب حسین شاہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، ایم فل، 2011ء
- مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان معاشرتی و سیاسی تعلقات (پہلی صدی ہجری میں)، شاہدہ ملک، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور، ایم فل، 2015ء

یہ تمام تر موضوعات بین الاقوامی تعلقات سے متعلق ہیں۔

مقالہ ہذا میں اسی موضوع پر ہونے والے کام اور اس سے استفادہ کو قلمبند کیا گیا ہے۔

## بین الاقوامی تعلقات سے متعلق مسلمانوں کی علمی اصطلاحات کا مفہوم

بین الاقوامی تعلقات کے لیے آغاز اسلام سے لیکر عصر حاضر سے کچھ عرصہ پہلے تک فقہائے کرام نے "سیر "کا لفظ استعمال کیا۔ لیکن عصر حاضر کے فقہاء نے اس کے لیے مختلف الفاظ مثلاً عربی میں العلاقات الدولیۃ فی الاسلام ،القانون الدولی فی الاسلام اور اردو میں قانون بین الاقوام ، قانون بین الممالک اور انگریزی میں Islamic International Law یا Internation Relation وغیرہ کا انتخاب کیا۔ چونکہ سیر کی اصطلاح کثرت کے ساتھ ہر دور میں استعمال کی گئی ہے اسی لیے ذیل میں سیر کا مفہوم درج کیا جاتا ہے:

سیر سیرت کی جمع ہے اور سیرت کا معنی چال، ڈھال اور کردار ہے۔ ایک شخص امن و جنگ اور صلح کی حالت میں مختلف معاملات طے کرتا ہے تو اس کو سیر اور اس سے متعلقہ امور کو علم السیر کہا جاتا

ہے، جس طرح نبی کریم ﷺ کے غزوات کے تمام امور کو مؤرخین اور سیرت نگاروں نے سیر سے موسوم کیا ہے جیسے سیر واقدی وغیرہ۔

معجم لغۃ الفقہاء میں ہے کہ سیر پہلے (سین) کے کسرہ اور دوسرے (ی) کے فتح کے ساتھ یہ سیرت کی جمع ہے جس مراد طریقہ ،راستہ ،وطیرہ اور اللہ کی راہ میں جہاد کا طریقہ کار ہے۔ ۔[1]

اسماعیل جوہری (المتوفٰی 393ھ)[2] کے مطابق: سیرت طریقہ کو کہا جاتا ہے کہ فلاں اچھے طریقہ پر چلا۔ ۔[3]

صاحبان لغت نے سیر کا جو لغوی معنی بتایا ہے وہ عام معنی کے لیے استعمال ہوا ہے لیکن فقہاء نے سیر کے لغوی معنی میں امور جہاد و مغازی کی طرف اشارہ کیا ہے. فقہاء نے سیر کا جو لغوی مفہوم بیان کیا ہے وہ درج ذیل ہے :

امام کاسانی (المتوفٰی 587ھ)[4] حنفی کے مطابق: سیر سیرت کی جمع ہے اور سیرت کے دو معانی ہیں: ا۔ طریقہ۔ ۲۔حالت جس میں غزوات کے طریقے اور فائدہ و نقصان کی حالتوں کا بیان ہے۔ ۔[5]

ابو بکر علی فرغانی (المتوفٰی 593ھ)[6] کے مطابق: سیر سیرت کی جمع ہے اور شرع میں نبی کریم ﷺ کے غزوات میں طریق کار کے ساتھ خاص ہے۔ [7]

ابن عابدین شامی (المتوفٰی 1252ھ)8 لکھتے ہیں کہ سیر سیرت کی جمع ہے جس سے مراد غزوات ہیں ۔[9]

لہذا سیر کا لفظ سَیر و سیرت اور غزوات سے متعلق امور کے لیے بھی مستعمل ہے بعد ازاں فقہاء کے ہاں باقاعدہ طور پر اسلام کے بین الاقوامی تعلقات کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔

## علم السیر کا شرعی و اصطلاحی معنی

سیر کی اصطلاح متقدمین اور متاخرین کے ہاں ادوار کے اعتبار سے مختلف رہی ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

امام سرخسی (483ھ)[10] فرماتے ہیں کہ

اس کا نام السیر رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کے اہل حرب مشرکوں ،معاہدہ کے ذریعے امن پانے

والوں،ذمیوں،اسلام کے اقرار کے بعد مرتد ہونے والے
خبیث کافروں اور باغیوں کے ساتھ معاملات کا بیان
ہے ۔[11]

امام سرخسی کی تعریف متقدمین میں سے زیادہ جامع ہے کیونکہ اس میں جن پہلوؤں کو سامنے رکھاہے وہ درج ذیل ہیں :

*مملکت اسلامیہ کے کفار سے تعلقات * دارالحرب * دارالعہد * مستامنین *اہل الذمہ *مرتدین * اور باغیوں کے حالات ومعاملات وغیرہم۔لیکن عصر حاضر کے مسلم علماء نے اس کو مزید تفصیل سے بیان کر دیاہے۔

ابو زہرہ مصری(1394ھ)[12] کے مطابق: سیر سے مراد جہاد، لڑائی،احکام معاہدات،امان، غنیمتوں، فدیہ یعنی مسلمان اور غیر مسلم ممالک کا حالت صلح وجنگ میں نظم وربط قائم کرنا سیر ہے ۔[13]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ[14] کے مطابق: ایسا قانون جو کسی قانون کا حصہ یا اس سرزمین کا عرف وتعامل یا معاہدہ کی پابندی جو مسلمانوں کے لیے عملًا یا قانوناً ضروری ہو مسلم قانون بین الممالک کہلاتاہے۔[15]

ڈاکٹر سالمنڈ(John Salmond)[16] کے مطابق: وہ قوانین جو ایک خود مختار ریاست کئی دوسری ریاستوں کے ساتھ تعلقات اور طرز عمل کو چلاتے ہیں۔[17]

مختلف اصطلاحات ذکر کرنے کے بعد یہی معلوم ہوتاہے کہ سیر سے مراد بین الاقوامی تعلقات ہی ہیں جو دو ریاستیں آپس میں یا ایک ریاست دوسری ریاستوں سے قائم کرتی ہے جس میں امن وجنگ ،معاہدہ اور ایک دوسرے کے حقوق ومعاملات کا ذکر ملتاہے۔

بین الاقوامی تعلقات کا مفہوم مزید سمجھانے کے لیے فقہائے کرام نے ادوار کے اعتبار سے اس کو مختلف اقسام میں تقسیم کیاہے تاکہ اس کی مراد اور واضح ہو سکے۔

## بین الاقوامی تعلقات سے متعلق اصطلاحات کا ارتقاء

بین الاقوامی تعلقات کے لیے مسلمان علماء نے جو اصطلاحات استعمال کی ہیں وہ ہر دور میں مختلف رہی ہیں متقدمین کے ہاں پہلے ان کو دو اقسام میں منقسم کیا گیا تھا: 1-دارالاسلام،2۔دارالحرب۔ پھر امام محمد بن الحسن الشیبانی نے اس کے ساتھ دار العہد کا اضافہ کیا۔اور متاخرین میں سے اکثر نے اس کو پانچ

اقسام میں منقسم کر دیا وہ یہ ہیں : ا۔ دار الاسلام ۲۔ دار الحرب ۳۔ دار العہد ۴۔ دار الصلح ۵۔ دار الامن ۔ [18]

عہد حاضر کے مسلم علماء میں سے کچھ نے دو نئی اقسام متعارف کروائی ہیں جن کے ضمن میں یہ پانچوں اصطلاحات آجاتی ہیں وہ دو یہ ہیں :

1۔ پرائیویٹ انٹر نیشنل لاء : ایک ریاست کے دوسری کی رعایا کے ساتھ تعلقات کو پرائیویٹ انٹر نیشنل لاء کہا جاتا ہے۔

2۔ پبلک انٹر نیشنل لاء: ایک حکومت کے دوسری حکومت سے تعلقات کو پبلک انٹر نیشنل لاء کہا جاتا ہے۔

**اس ضمن میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدر آبادی لکھتے ہیں:**

Private International Law میں ایک حکومت کے تعلقات دوسری سلطنت کی رعیت سے ہوتے ہیں اس کے بر خلاف Public International Law میں ایک حکومت کے تعلقات دوسری حکومت سے ہوتے ہیں اس کے رعیت سے براہ راست تعلقات نہیں ہوتے یہ بنیادی فرق ہے میں آپ کو کچھ مثالیں دیتا ہوں۔ مثلا: قومیت Nationality کا قانون کہ ایک شخص کو کس شہریت کا حامل سمجھا جائے گا وہ اپنی قومیت کو بدل سکتا ہے یا نہیں ؟ اگر بدل سکتا ہے تو کن احکام و قواعد کے ذریعے سے اس کا ذکر پرائیویٹ انٹر نیشنل لا میں آئے گا۔ پبلک انٹر نیشنل لاء میں اس کا ذکر نہیں آئے گا اسی طرح اور چیزیں ہیں اور ہم کہہ سکتے ہیں مسلمان مؤلفوں کے تصور کے مطابق اس پرائیویٹ انٹر نیشنل لاء میں مسلمانوں کے اندرونی تعلقات کا ذکر بھی آجاتا ہے۔ [19]

اس سے معلوم ہوا کہ ہر دور میں بین الاقوامی تعلقات سے متعلق مسلم علماء کے ہاں اصطلاحات اپنی تقسیم کے اعتبار سے مختلف رہی ہیں جبکہ مفہوم کے اعتبار سے ان میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی چونکہ بین الاقوامی تعلقات کا مصدر ، شریعت اسلامیہ ہے اس لیے مفہوم وہی رہا لیکن ادوار کی تبدیلی سے اصطلاحات کو اس دور کے سانچے میں ڈھال کر مختلف اقسام میں منقسم کیا جاتا رہا میرے خیال کے مطابق اگر ان اصطلاحات کو عام فہم انداز میں بیان کرنا مقصود ہو تو ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی کی آسان فہم تقسیم کو مرجع بنانے میں کوئی حرج یا دقت معلوم نہیں ہوتی۔

## بین الاقوامی تعلقات سے متعلق مسلمانوں کے علمی کام کا آغاز وارتقاء

بین الاقوامی تعلقات سے متعلق علوم ،اور اصول و قوانین کا آغاز عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی ہو گیا تھا جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے دیگر اقوام و قبائل سے امن و صلح اور جنگ و قتال کے وقت کے امور و معاملات طے کیے اور ان سے لین دین اور حالت جنگ و صلح میں دائرہائے کار متعین فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ نے علم السیر کے متعلق ایسے کئی مسائل بیان فرمائے جو حالت امن میں اور حیثیت رکھتے ہیں اور حالت جنگ میں اور۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے حالت امن میں چال بازی کی اجازت نہیں فرمائی لیکن میدان جنگ کے متعلق فرمایا : جنگ چال بازی ہے۔۔[20]

اسی طرح بعض معاملات میں احتیاط برتنے کا حکم فرمایا جس طرح معاہدات، وعدوں کا ایفاء اور سفیران دشمن کی جان و مال کا تحفظ وغیرہ۔ جس طرح آپ ﷺ نے بین الاقوامی تعلقات سے متعلق مسائل پر آگاہی دی یوں ہی صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی ان کو ملحوظ رکھا یہاں تک کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے ان سے متعلق مسائل کو بڑی وضاحت سے بیان فرمایا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد تابعین نے بھی بین الاقوامی تعلقات سے متعلق مسائل بیان فرمائے بلکہ یہ کہنا بجا ہو گا کہ عہد تابعین میں اس کو کو باقاعدہ فن کی حیثیت دی گئی جس کی تدریس کے ساتھ ساتھ اس کو کتابوں میں محفوظ کیا گیا جس طرح جلیل القدر تابعی حضرت عروہ بن زبیر بین الاقوامی تعلقات کے مسائل کو تحریری شکل میں لانے والے پہلے مصنف قرار پائے[21]۔ نیز حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے دور خلافت (۹۹-۱۰۱ھ) میں حدیث اور بین الاقوامی تعلقات سے متعلق مسائل کی تدوین پر خصوصی توجہ دی اور امام ابن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ) کو بطور خاص اس کام کے لیے مامور کیا، ابن شہاب زہری نے کتاب المغازی لکھی۔[22] ان کی اس کاوش سے حالت جنگ و امن پر مسائل سیکھنے کا عام ذوق پیدا ہو گیا، اور ان کے حلقہ درس سے کئی ایسے لوگ نکلے جو اس فن میں کمال رکھتے تھے۔[23]

امام زہری کے علاوہ امام شعبی بین الاقوامی تعلقات کو بطریقہ تدریس آگے بڑھایا پھر امام ثوری نے بھی اس فن پر خدمات سرانجام دیں اور امام زید بن علی نے کتاب المجموع میں ایک پورا باب قائم کیا جس کے بعد باقاعدہ طور پر اس فن میں کام کا آغاز کر دیا گیا یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ نے اس پر "السیر"

کے نام سے کتاب لکھی اور باقاعدہ حلقہ تدریس میں اس کو پڑھایا۔امام ابو یوسف، امام محمد، اور امام حسن بن زیاد جیسے تلامذہ نے اس کو محفوظ کر لیا یہاں تک کہ امام محمد نے اپنی تمام کتب ظاہر الروایہ میں اس فن کا ذکر کیا بالخصوص دو کتب "السیر الصغیر "و "السیر الکبیر "مکمل اسی فن میں تصنیف کیں جو بین الاقوامی تعلقات سے متعلق امور و قوانین پر بنیادی مصدر کی حیثیت رکھتی ہیں، امام ابو اسحاق فزاری نے بھی " سیر "کے نام سے اس فن میں کتاب لکھی۔

امام ابو حنیفہ کی کتاب "السیر "پر امام اوزاعی نے کلام کیا اور اس کا "سیر "کے نام سے کتاب لکھ کر رد کیا جب اس بات کا علم امام ابو یوسف کو ہوا تو انہوں نے امام اوزاعی کی کتاب کا "الرد علی سیر الاوزاعی "کے نام سے رد لکھا پھر امام شافعی نے الرد علی سیر الازاعی کو کتاب "الام "میں ذکر کر کے تینوں آئمہ کی تحقیق پر کلام کیا امام شافعی کے بعد باقاعدہ کسی نے رد تو نہیں لکھا لیکن اپنی اپنی کتب میں باب السیر میں امام شافعی سے اختلاف ذکر کیا ہے، ابو الوفاء افغانی نے الرد علی سیر الاوزاعی کی ایڈٹنگ کے حاشیہ میں امام شافعی پر کلام کیا ہے لیکن باقاعدہ اس کا رد نہیں لکھا امام ابو یوسف کی اس خدمت کے علاوہ آپ کی کتب میں علم السیر پر ابحاث ملتی ہیں جس طرح کتاب الآثار اور کتاب الخراج وغیرہ۔ان بانیان علم السیر کے بعد یہ سلسلہ فقہاء کرام نے جاری رکھا اور اپنی کتب میں باب کے طور پر علم السیر کا ذکر کیا جس طرح علامہ کاسانی (587ھ م)کی بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ابو بکر مرغینانی (593ھ م)کی ہدایۃ، ابن نجیم (970ھ م) کی البحر الرائق والنھر الفائق، علاؤ الدین حصکفی(1088ھ م)کی الدر المحتارر، ابن عابدین شامی(1252ھ م)کی رد المحتار، اور فتاوی عالمگیری وغیرہم میں بین الاقوامی تعلقات کا سیر کے نام سے ذکر ملتا ہے اور عصر جدید میں تو باقاعدہ اس میدان میں فقہائے کرام نے عرق ریزی سے خدمات سرانجام دیں۔

انگلش میں ڈاکٹر حمید اللہ کی کتاب Muslim Conduct of State، ڈاکٹر ابو زھرہ مصری کی" العلاقات الدولیۃ فی الاسلام"، ڈاکٹر وھبہ زحیلی کی "العلاقات الدولیۃ فی الاسلام"، ڈاکٹر احمد شلبی کی "العلاقات الدولیۃ فی الفکر الاسلامی "ڈاکٹر صبحی محمصانی کی "القانون والعلاقات الدولیۃ فی القانون الشریعۃ "نے لکھیں۔علاوہ ازیں ڈاکٹر احمد ابو الفاء، علی ماہر، محمود سامی وغیرہ نے بھی باقاعدہ کتب تحریر کیں۔اردو میں ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی کی سیر پر تصانیف، اسلام کا

قانون بین الممالک اردو ترجمہ اور قانون بین الممالک کے اصول اور نظیریں، اسلامی ریاست وغیرہ۔اور ڈاکٹر محمود احمد غازی کی کتاب اسلام کا قانون بین الممالک بھی شامل ہیں۔

ذیل میں اسلامی بین الاقوامی تعلقات پر خدمات سرانجام دینے والے مسلمانوں کا مختصر تعارف اور ان کی خدمات کا جائزہ لیا جاتا ہے:

عروہ بن زبیر بن العوم جلیل القدر تابعین میں سے تھے آپ کی ولادت ۲۲ھ اور وصال ۹۳ھ کو ہوا۔اور مدینہ منورہ میں ہی سکونت پذیر رہے۔[24] ابن کثیر[25] لکھتے ہیں: آپ سیر و مغازی کے سب سے پہلے مصنف ہیں۔[26] ابن ندیم (المتوفی 438ھ)[27] نے الفہرست میں لکھا ہے کہ عروہ بن زبیر نے کتاب المغازی لکھی۔[28]

زید بن علی بن الحسین رضی اللہ عنھم۔[29] فرقہ زیدیہ آپ کی طرف منسوب ہے۔آپ کو سیر کی اصطلاح کا بانی کہا گیا ہے۔آپ کی کتاب "المجموع فی الفقہ" میں باقاعدہ جہاد و مغازی اور بین الاقوامی تعلقات کو کتاب "السیر" کا نام دیا گیا ہے۔ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق: امام زید بن علی رضی اللہ عنہ نے پہلی مرتبہ "سیر" کی اصطلاح انٹرنیشنل لاء کے معنی میں استعمال ہوئی۔[30]

محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب الزہری۔ ۵۰ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔[31] رمضان المبارک میں ۱۲۴ھ کو وصال ہوا۔[32] علم السیر پر آپ کی باقاعدہ تصنیف موجود تھی جو آپ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے کہنے پر لکھی۔عمر کحالہ کا کہنا ہے کہ آپ کی غزوات رسول ﷺ پر تصنیف موجود ہے۔[33]

محمد بن اسحاق بن یسار، 85ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور 151ھ کو بغداد میں وصال ہوا۔[34] آپ نے سیر و مغازی پر کتاب لکھی جو مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔امام شافعی فرماتے ہیں: جو بھی مغازی میں غوطہ زنی چاہتا ہو وہ محمد بن اسحاق کا محتاج ہے۔[35]

عبد الرحمن بن عمرو الاوزاعی۔(88-157ھ= 707-774ء)۔[36] آپ نے سیر پر امام ابو حنیفہ کے رد میں کتاب لکھی جس پر تبصرہ کرتے علامہ زاہد کوثری[37] کا کہنا ہے کہ امام اوزاعی نے سیر ابی حنیفہ کا رد لکھا تو امام ابو یوسف نے اس کا جواب لکھ ڈالا۔[38]

ابراہیم بن محمد بن حارث الفزاری الشافعی۔[39] آپ عربی الاصل ہیں۔آپ نے سیر پر باقاعدہ کتاب تحریر کی۔اس کو ابن سعد نے " **كتاب السيرة فى دار الحرب**" کے نام سے موسوم کیا ہے۔[40]

امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری 113ھ کو پیدا ہوئے،امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید تھے۔علم فقہ و سیر میں ایک مقام حاصل کیا اور قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز رہے۔علم السیر پر امام ابو یوسف کی کتاب الرد علی سیر الاوزاعی ہے جس کی ایڈیٹنگ ابوالوفاء افغانی نے کتاب الام سے اخذ کر کے کی جس میں انہوں نے امام اوزاعی کا رد لکھا۔

محمد بن حسن الشیبانی۔آپ امام ابو حنفیہ کے شاگرد تھے۔[41] آپ نے اسلام کے بین الاقوامی تعلقات پر باقاعدہ دو کتب تحریر کیں،ایک السیر الصغیر اور دوسری السیر الکبیر جن کو اس فن میں مصدری حیثیت حاصل ہے،حاکم شہید نے کتب ظاہر الروایۃ کو اپنی کتاب "الکافی" میں جمع کیا ہے۔جس میں السیر الصغیر والکبیر دونوں کو شامل کیا۔[42]

محمد بن ادریس شافعی۔[43] مجدد و مجتہد مطلق بانی فقہ شافعی۔آپ 150ھ کو فلسطین کے شہر غزہ میں پیدا ہوئے۔[44] آپ کا 204ھ کو دن کے آخری حصہ میں آپ کا وصال ہوا۔[45] امام شافعی علم السیر پر وسیع نظر رکھتے تھے انہوں نے کتاب الام میں امام ابو یوسف کی کتاب " الرد علی سیر الاوزاعی" کے ذکر کے ساتھ ہی اس کا رد بھی کیا جو ابواب الرد علی سیر الاوزاعی میں شامل ہے ۔

داؤد بن علی ظاہری۔(۲۲۰ھ۔۲۷۰) فقہ ظاہریہ کے امام تھے اور درجہ اجتہاد پر فائز تھے۔ تقوی و زہد کے ساتھ ساتھ بہت بڑے فقیہ اور علم الرجال کا علم رکھنے والے تھے۔کثیر تعداد میں کتب تحریر کیں۔جن میں کتاب السیر بھی شامل ہے۔[46]

صالح بن اسحاق جرمی(۲۲۵ھ۔۸۴۰م)فقیہ اور نحو ولغت کے عالم تھے۔بصرہ کے ساتھ تعلق تھا۔کتب بھی تحریر کیں جن میں کتاب الابنیۃ،غریب سیبویہ،العروض اور "کتاب السیر" شامل ہیں۔[47]

محمد بن عبد السلام قیروانی (۲۰۲ھ۔ے۸۱ا236۲۵۶۔۸۷۰م)،فقیہ اور مناظر تھے اپنے عہد میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے،علم السیر پر دس جلدوں میں مشتمل کتاب تحریر کی جو آپ کے علم السیر میں شغف پر منہ بولتا ثبوت ہے۔[48]

محمد بن احمد سرخسی (483ھم) آپ قاضی و مجتہد اور حنفی تھے۔ علم السیر پر امام محمد بن حسن شیبانی کی جامع کتاب " السیر الکبیر " کی شرح املاء کروائی۔ ابن قطلوبغا لکھتے ہیں: میں نے امام سرخسی کی اصول فقہ پر دو ضخیم جلدیں اور السیر الکبیر کی دو ضخیم جلدوں میں شرح دیکھی جو انہوں نے کنویں کی قید میں املاء کروائیں۔ [49] علاوہ ازیں امام سرخسی نے السیر الصغیر کی شرح بھی لکھی ہے جو بہت مختصر ہے۔ان کے علاوہ کثیر فقہائے کرام نے بین الاقوامی تعلقات پر کام کیا ہے۔ اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے چند متاخرین فقہائے کرام کی خدمات کو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر صبحی محمصانی 1909ء کو بیروت میں پیدا ہوئے اور 1986ء کو وصال ہوا۔ جامعہ امریکیہ سے مزید علوم دینیہ کی تحصیل کی یہاں تک کہ 1932ء میں جامعہ لیون سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے بین الاقوامی تعلقات پر کئی خدمات سرانجام دی ہیں جن میں: مبادی القانون الدولی فی ضوء الفقہ الاسلامی، القانون والعلاقات الدولیۃ فی الاسلام شامل ہیں۔

ابو زہرہ مصری، محمد بن احمد (۱۳۱۶۔۱۳۹۴ھ) ۔ محلۃ الکبری میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں وصال ہوا۔ آپ کا علوم شریعہ اسلامیہ کے اکابرین میں شمار ہوتا ہے، نیز جامعہ قاہرہ میں کلیہ حقوق کے ڈین اور مجلس اعلیٰ بحوث العلمیۃ کے رکن بھی رہے ہیں۔۔[50] آپ نے بین الاقوامی تعلقات پر "العلاقات الدولیۃ فی الاسلام" کے نام سے لکھی ۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بن محمد خلیل حیدر آبادی نے جامعہ عثمانیہ سے ایم اے اور ایل ایل بی کرنے کے بعد جرمنی اور فرانس کی دو دانشگاہوں سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ آپ محدث، فقیہ، قانون دان اور دانشور تھے۔ بین الاقوامی تعلقات پر قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ جن میں " اسلام کا قانون بین الممالک کے اصول و نظیریں"، Muslim Conduct of State اور مستشرق ڈاکٹر کی کتاب کا فرانسیسی زبان سے اردو ترجمہ "جدید قانون بین الممالک کا آغاز" اور "خطبات بہاول پور" میں "قانون بین الممالک پر خطبہ" وغیرہ شامل ہیں۔ اور اسلام کے قانون بین الممالک کی اصطلاح کا بھی آپ کو بانی تصور کیا جاتا ہے۔۔[51]

ڈاکٹر محمود احمد غازی ۱۸ ستمبر ۱۹۵۰ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کا آغاز بھی کراچی سے ہی کیا۔ والد کے اسلام آباد منتقل ہو جانے کی وجہ سے اسلام آباد ہی منتقل ہو گئے ۔ آپ کے بین الاقوامی

تعلقات پر آپ کے مختلف لیکچرز کو کتابی شکل میں جمع کیا گیا جو "اسلام کا قانون بین الاقوام" کے نام سے شائع کیا گیا نیز امام محمد بن الحسن الشیبانی کی کتاب "السیر الصغیر" کی ایڈٹنگ بھی کی۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی (1932-2015ء) نے، جامعہ قاہرہ سے ایم۔اے قانون پاس کیا اور قانون میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اور قانونِ جنگ پر آٹھ علماء کا تقابلی جائزہ پیش کیا۔ بین الاقوامی تعلقات پر کتاب "العلاقات الدولیۃ فی الاسلام" لکھی۔

مسلمانوں نے عہد رسالت ﷺ سے عہد حاضر کے انٹرنیشنل لاء تک بے شمار کتب تحریر کیں۔ متقدمین فقہاء نے بین الاقوامی تعلقات کے لیے لفظ سیر کا استعمال کیا جس کے ماتحت رسول اللہ ﷺ، صحابہ وتابعین اور عہد در عہد تعلقات اور اس سے متعلقہ علوم وفنون ذکر کیے نیز مختلف مملکتوں کی جنگی، معاہداتی اور امن کی صورت حال کو ملحوظ رکھتے ہوئے کئی نئے اصول متعارف کروائے جنہوں نے متاخرین کے لیے مصدری حیثیت حاصل کی بعد ازاں متاخرین نے اپنی محنت شاقہ سے عصر جنگی، معاہداتی اور امن سے متعلق مسائل پر باقاعدہ بین الاقوامی تعلقات کی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے یہ مسائل و قوانین اور علوم متعارف کروائے۔ عہد حاضر کے مسلم مصنفین نے عربی، اردو اور انگریزی میں اس فن پر کتب تصنیف کیں جن میں سے کئی کتب آج بھی جامعات کے نصاب کا حصہ ہیں۔ عہد حاضر کی بین الاقوامی صورت حال پر مسلم علماء نے بہترین قلمی تراشے چھوڑے جن سے عصری بین الاقوامی تعلقات سے متعلقہ قوانین کی تفہیم و وسعت میں ان کی خدمات سے مکمل راہنمائی لی جاسکتی ہے۔

## بین الاقوامی تعلقات سے متعلق مسلمانوں کے مطالعات کی عصری اہمیت

بین الاقوامی تعلقات سے متعلق مسلمانوں کی خدمات اور ان کے مطالعات عصر حاضر کے تمام امور و معاملات یعنی قانون سازی، معاہدات بین الاقوام، تجارت، معاشرت و معیشت کا باہمی فروغ، امن عالم، دہشت گردی کا خاتمہ، مسلم ممالک میں غیر مسلموں کے حقوق، اہل کتاب سے نکاح و تعلقات، دوران جنگ بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کے جان ومال کا تحفظ، سفیروں اور نمائندگان کے جان ومال کا تحفظ اور جوہری و نیوکلئیر اور ایٹم بم کے استعمال کی ممانعت وغیرہ سے متعلق باقاعدہ راہنما اصول و قوانین موجود ہیں، جن کو مسلم علماء نے عصر حاضر کی صورت حال کو ملحوظ رکھتے ہوئے احسن طریقہ سے قلمبند کیا ہے جس سے متعلق بالاختصار مواد درج کیا جارہا ہے:

## قتال اور امن عالم پر مسلمانوں کے مطالعات

اسلامی تاریخ میں بلاوجہ کبھی بھی جنگ و قتال میں پہل نہیں کی گئی جب بھی کوئی اقدام کیا گیا تو وہ یا تو کسی عمل کا ردعمل تھا یا ظلم و بربریت کا خاتمہ مقصود تھا تاکہ قیامِ امن کو یقینی بنا کر اقوام کو پر سکون زندگی کا ماحول فراہم کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ (دہشت گردی، ظلم و بربریت اور بے سکونی) کا خاتمہ ہو جائے"۔[52] مسلمانوں نے امن و امان کی صورت حال پیدا کرنے کے لیے قرآن و سنت کو مصدر اول کی حیثیت دی اور بہترین انداز میں اسلام کا تصورِ امن اقوام کے سامنے رکھا ہے۔ متقدمین میں سے علامہ سرخسی کے مطابق: (جہاد کا) مقصد یہ ہے کہ مسلمان محفوظ اور دین و دنیا کی مصلحتیں حاصل کر کے پر سکون رہیں۔ [53]

سید ابوالاعلیٰ مودودی کے مطابق: اصل ضرورت یہ تھی کہ دنیا میں امن قائم کیا جائے۔ فتنہ وفساد کا بیج مٹا دیا جائے۔ اور ایسا قانون بنایا جائے جس کے تحت ہر شخص اپنے حدود میں آزاد ہو اور کوئی شخص ایک مقرر حد سے تجاوز کر کے دوسروں کے مادی یا روحانی امن میں خلل برپا نہ کرے۔[54] ڈاکٹر وہبہ زحیلی کا کہنا ہے کہ جہاد ایک مخصوص طرز کا عمل ہے یہ نہ تو دنیا پر ظلم ڈھانے والی یورش ہے اور نہ ہی تنگ دائرے میں کسی ملک کی سرحدات کے دفاع اور انسانی مفادات کے تحفظ کی جنگ ہے۔[55]

مسلمانوں کی مکمل جنگی تاریخ اور اس سے متعلق ان کے مطالعات کا فہم حاصل کر لینے کے بعد ایک عیسائی مستشرق سٹینلے لین پول (Stanly Lane Poole) کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ کے سپاہیوں نے آپ ﷺ کی اتباع کی اور انتہائی امن و سکون سے (مکہ میں) داخل ہوئے کوئی گھر نہ لوٹا، کسی عورت کی ہتک عزت نہ کی۔[56]

اسلام امن عالم کا خواہاں ہے یہاں تک کہ جہاد جو ایک جنگی صورت حال ہوتی ہے اس کا مقصود بھی امن ہی بتایا ہے۔ تاکہ قیام امن کے ذریعے سے ظلم و بربریت اور قتل و غارت گری کا خاتمہ کیا جا سکے۔ عہد رسالت میں اتنی جنگوں کے باوجود جانوں کے ضیاع کی قلت اسلامی تصورِ قیام امن کو آشکارہ کرتی ہے۔ جبکہ مسلمانوں کے مقابلہ میں دوسرے مذاہب اور ان کے طریقہ جنگ کی طرف غور کیا جائے تو ظلم و بربریت سامنے آتی ہے۔ 1099ء میں یہودیوں نے فتح یروشلم کے وقت ستر ہزار سے زائد مسلمان مردوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کا قتل کیا۔[57] یوں ہی جنگ عظیم اول میں 9 ملین افراد ہلاک ہوئے

،22 ملین زخمی اور 25 ملین معذور ہوئے، لاکھوں عورتیں، بچے اور فوجی لاپتہ ہوئے۔[58] ہندوؤں نے 1929ء سے 1938ء تک 560 مسلمان قتل اور 4500 زخمی کیے اور مارچ 1931ء میں کان پور میں 500 سے زائد افراد ہلاک ہوئے۔[59]

ان جنگی جرائم میں انسانوں کی بے دریغانہ ہلاکتوں سے بچاؤ کے لیے ایک بار پھر 1907ء میں ہیگ کانفرنس کا اہتمام کیا گیا پھر 1920ء کو مجلس اقوام تشکیل دی گئی جس کا مرکزی دفتر جنیوا میں قائم ہوا۔ لیکن افسوس کہ پھر سے مسلمانوں کے خلاف وہی کارستانیاں ہونے لگیں اور اعلان لندن 1991ء، منشور اوقیانوس 1941ء ماسکو کانفرنس 1942ء اور یالٹا 1945ء بھی کامیاب نہ ہو سکیں یہاں تک کہ 1945ء کو اقوام متحدہ کی تشکیل بھی رائیگاں دکھائی دی جب افغانستان، عراق، فلسطین اور کشمیر جیسے مسلمانوں کے خلاف ظلم و ستم اور خون کی ہولی کھیلنا بند نہ ہو سکا۔ جس سے صاف نظر آتا ہے کہ ان لوگوں کے پاس ایسے جامع اصول و قوانین موجود نہیں جن کی بنیاد پر امن وامان کو قائم کیا جا سکے۔ اس لیے عصر حاضر میں بین الاقوامی تعلقات کے فروغ اور امن وامان کی صورت حال پیدا کرنے کے لیے مسلمانوں کے مطالعات سے استفادہ کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ پوری دنیا میں امن وامان کے قیام کو یقینی بنایا جا سکے۔

**دوران جنگ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کی جان کے تحفظ سے متعلق مسلمانوں کے مطالعات**

دوران جنگ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کی جان کے تحفظ سے متعلق اسلام بڑا واضح نقطہ نظر رکھتا ہے یہاں تک کہ ان کے قتل یا عدم تحفظ سے سختی سے منع کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا ہے۔[60] امام ابو حنیفہ نے عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو دوران جنگ قتل کرنے سے منع فرمایا اور اسے ناپسند کیا۔[61]

سید ابوالاعلیٰ مودودی رقمطراز ہیں کہ اسلام نے عورتیں، بچے، بوڑھے، بیمار، زخمی، اندھے، مجنون، سیاح، خانقاہ نشین زاہد، معبدوں، مندروں اور بے ضرر لوگوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔[62] جبکہ عہد حاضر کے اسلام مخالف اقوام کے طرز عمل اور ان کے مؤرخین کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں انسانیت کی قدر نہیں جس طرح امریکی مظالم سے افغانستان اور عراق پر پابندی و گولہ باری سے 9 لاکھ سے زائد بچے جاں بحق ہوئے۔[63] اور کلیسا نے مردوں، عورتوں اور بچوں کو اجتماعی طور پر ہلاک کیا۔[64]

اس میں کوئی شک نہیں کہ اقوام متحدہ کی طرف سے بچوں کے فنڈز کے ادارے قائم کیے گئے ہیں لیکن اس کا کیا فائدہ جب عالم اسلام میں موجود بچوں کو قتل و غارت گری کا نشانہ بایا جاتا ہے۔ جبکہ اسلامی تاریخ کا دامن اس بے دردانہ رویہ سے صاف ہے کیوں کہ اس کے ہاں با قاعدہ اصول و قوانین موجود ہیں جن کو علمائے اسلام نے بخوبی بیان کر دیا ہے جس کی وجہ سے ایسی صورت حال پیدا نہیں ہوئی۔

## مذہبی راہنماؤں کے جانی تحفظ سے متعلق مسلم علماء کے مطالعات

اسلام ایسے شخص کو کبھی بھی ذمہ دار نہیں ٹھہراتا جو میدان جنگ میں نہ اترے یا کسی کو اترنے پر نہ ابھارے جس طرح مختلف مذہبی رہنما اگر کسی قسم کی جنگ یا اشتعال انگیزی کا حصہ نہ بنیں تو اسلام ان کے بارے دورانِ جنگ بھی نرمی کا رویہ اختیار کرنے کا حکم فرماتا ہے اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک موجود ہے جب آپ نے لشکر بھیجا تو فرمایا: بچوں اور پادریوں (مذہبی رہنماؤں) کو قتل نہ کرو۔ [65] امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں: پادریوں کو قتل نہ کیا جائے۔ [66] عہد حاضر کے اسلامی اسکالر ڈاکٹر محمد دسوقی کے مطابق قتال صرف ان لوگوں سے جائز ہے جو فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں اور عمل یا قول کے ذریعے شر پھیلاتے ہیں۔۔۔ جو لوگ راہبانیت کی زندگی گزارتے ہیں یا راہب خانوں میں رہتے ہیں انہیں اور قریب الموت بوڑھوں کو قتل کرنا جائز نہیں۔ [67]

مذہبی راہنماؤں کے قتل سے متعلق مسلمانوں کا مؤقف بالکل واضح ہو گیا کہ ان کو دوران جنگ قتل کرنے کی اجازت نہیں بلکہ دوران جنگ ان کو تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ عصر حاضر کی صورت حال کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام ایسے لوگوں کا تحفظ چاہتا ہے تاکہ معاشرے میں امن و سکون قائم ہو سکے ورنہ مذہبی رہنماؤں کے قتل سے اشتعال انگیزی بڑھتی ہے جبکہ اسلام اس کے خلاف اور امن و امان پر یقین رکھتا ہے۔

## آگ، گیس، ایٹم بم یا دیگر دھماکہ خیز مواد کے استعمال کی ممانعت پر مسلمانوں کے مطالعات

اسلام میں ایسی صورت کو مثلہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے مثلہ سے مراد کسی شکل یا جسم کو مسخ کرنا یا ناک و کان وغیرہ کاٹنا ہے۔ یا کسی دھماکہ خیز مواد یا بم سے اعضائے انسانی کو نقصان پہنچانا ہے۔ ایسی کسی بھی صورت کو اپنانے کا شریعت مطہرہ حکم نہیں دیتی۔ تاکہ انسانی وقار و احترام اور اس کے اعضاء سلامت و بحال رہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مثلہ سے منع فرمایا ہے۔ [68] متقدمین میں سے امام سرخسی

فرماتے ہیں کہ مثلہ حرام ہے۔[69] متاخرین میں سے ڈاکٹر وہبہ زحیلی کے مطابق: مثلہ کرنا ایک نہایت ہی قبیح فعل ہے جو جسد انسانی پر واقع ہوتا ہے مثلہ انسانی اعضاء کی قطع و برید کا نام ہے جیسے سر کچل دینا یا ناک کاٹ دینا وغیرہ۔ اسلامی نقطہ نظر سے ایسا کرنا حرام ہے۔[70]

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام انسانی تشخص کو برقرار رکھنا چاہتا ہے اگر کوئی اس کے اعضاء کو نقصان پہنچائے، چاہے تلوار سے ہو یا دھماکہ خیز مواد سے اسلام اس سے منع کرتا ہے۔ اگر عہد حاضر میں یہود و نصاری کو اس میدان میں عملی طور پر دیکھا جائے تو وہ اس قبیح فعل کا اکثر حصہ بنتے رہتے ہیں جس طرح یروشلم پر ایٹم بم کا گرانا یا دیگر اسلامی ممالک پر گولہ باری کرنا۔ جس سے اعضائے انسانی ٹکڑے ٹکڑے یا متاثر ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ایسے مواد کے استعمال سے منع کیا گیا ہے۔

## جنگی قیدیوں سے حسن سلوک پر مسلمانوں کے مطالعات

اسلام میں اسیران جنگ کو جو حقوق دیے گئے دنیائے کائنات کی اقوام اس کی مثال پیش کرنے پر قاصر ہے ظاہری طور پر جنگی قیدی ایک دشمن ہے مگر اس کے ہاتھ میں ہتھیار اور جنگ کا ارادہ نہ ہونے کی وجہ سے اسلام نہ صرف اسے تحفظ فراہم کرتا ہے بلکہ اس سے حسن سلوک کا حکم دیتا ہے قطعاً اس پر کسی قسم کا ظلم و ستم یا سختی کی اجازت نہیں دیتا۔ ہاں جو قیدی فتنہ و انتشار کا سبب بنے اس سے سختی برتنے کا حکم ہے کیوں کہ اسلام کسی قسم کے انتشار کو پسند نہیں کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے قیدیوں کے ساتھ جو سلوک کیا نیز سریہ حسمی 6ھ کو 100 قیدی، غزوہ بنو مصطلق 5ھ کو 19 قیدی، سریہ جموم 6ھ کو 10 قیدی، غزوہ حنین 8 ہجری کو 6000 قیدی اور سریہ بنو طے 9ھ کو حاتم طائی کی بیٹی اور اس کی ساری قوم کو رہا کر دیا۔[71] یہ وہ حسن سلوک ہے جس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی ہے۔ حضرت حسن جنگی قیدیوں کو قید کرنا ناپسند فرماتے تھے۔[72] حضرت حماد فرمایا کرتے جب جنگی ہتھیار رکھ دیں تو ان کو قتل نہ کیا جائے۔[73]

ڈاکٹر وہبہ زحیلی رقمطراز ہیں کہ اسیران جنگ سے احسان، ہمدردی، ملاطفت، نیکی اور ان سے حسن سلوک میں مسلمان جداگانہ حیثیت کے حامل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیدیوں سے حسن سلوک کرو۔[74]

ڈاکٹر دسوقی کے مطابق: اختتام جنگ پر کسی قیدی کو قتل کرنا، زخمی کرنا، تکلیف دینا یا راہ فرار اختیار کرنے والے کا پیچھا کرنا منع ہے۔ جہاں تک ہو سکے ان سے انسانیت کے ناطے سلوک کر کے ان کو ذلت و رسوائی سے بچایا جائے۔[75]

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے جنگ قیدیوں کے حوالہ سے جو اپنے مطالعات کو موضوع بحث بنایا ہے اس میں انہوں نے جنگی قیدیوں سے حسن سلوک کرنے اور ان پر کسی قسم کا ستم نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہاں تک کہ بھاگنے والے قیدیوں کا پیچھا نہ کرنے کا کہا ہے۔ جب کہ عہد حاضر میں غیر مسلموں کے طرز عمل کو دیکھ کر انسانیت شرمندہ ہو جاتی ہے۔ صلیبی جنگوں میں رچرڈ کا بیت المقدس کے سامنے مسلمانوں کا قتل عام اور گوانتاناموبے جیل میں مسلمانوں سے بد سلوکی اس بات کو واضح کرتی ہے کہ عہد اسلام خواہ عہد رسالت ہو یا عہد خلفائے راشدین یا پھر عہد عمر بن عبد العزیز ہو یا عہد ایوبی کبھی بھی جنگی قیدیوں سے بد سلوکی نہ کی گئی بلکہ انہیں رہا کر دیا گیا۔ عہد حاضر میں بین الاقوامی تعلقات سے متعلق مسلمان علماء کی خدمات کا مطالعہ انسانی اقدار کو بحال رکھنے کے لیے ضروری ہے۔

## سفیروں کے حقوق پر مسلمانوں کے مطالعات

سفیر دو اقوام یا ممالک کے درمیان پل اور وکیل کی حیثیت رکھتا ہے سفیر وہ غیر ملکی نمائندہ ہوتا ہے جو کسی دوسرے ملک کے ساتھ باہمی تعلقات اور قانونی ربط بحال رکھنے کے لیے منتخب کیا جاتا ہے چونکہ سفیر ایک معاہد ہوتا ہے اس لیے اس کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت اس ملک کی ذمہ داری ہوتی ہے اسلام نے اس کے حقوق کو بہت ہی تحفظ فراہم کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے طرز حکومت میں سفیروں کو قتل نہ کیا جاتا۔[76] روم کے گورنر نے رسول اللہ ﷺ کے سفیر کو قتل کر دیا۔[77] تو اس کے بدلے میں رسول اللہ ﷺ نے حکم جاری کیا کہ روم کے سفیروں کی جان و مال کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے۔ اس ضمن میں مسلمان علماء کے مطابق: سفیروں کا تحفظ لازم و ضروری ہے تاکہ دو (ممالک) کے باہمی معاملات کی ادائیگی صحیح طریقہ سے ہو سکے۔ [78]

متاخرین میں سے ڈاکٹر دسوقی کا کہنا ہے کہ کسی بھی حالت میں سفیروں کو قتل کرنے کی اجازت نہیں یہاں تک کہ ان سے بد سلوکی بھی ناجائز ہے۔[79] سید ابو الاعلیٰ مودودی کے مطابق: جب کوئی شخص

اسلامی سرحد پر پہنچ کر بیان کرے کہ میں فلاں حکومت کا سفیر ہوں اور حاکم اسلام کے پاس پیغام دے کر بھیجا گیا ہوں تو اس کو امن کے ساتھ داخلہ کی اجازت دی جائے اس پر کسی قسم کی زیادتی نہ کی جائے۔[80]

اسلامی شریعت اور مسلم علماء کے بین الاقوامی تعلق پر مطالعہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ سفیر کے جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ اسلامی ریاست میں یقینی بنایا جائے گا کسی بھی شخص کو اس سے بد سلوکی اجازت نہیں۔ یہی وہ پیغام امن ہے جس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ عصر حاضر میں سفیروں کے تحفظ سے متعلق قانون نافذالعمل ہے۔ اس لیے بین الاقوامی تعلقات کے فروغ میں سفیروں کا اہم کردار ہونے کی وجہ سے دوران جنگ بھی ان کے جان و مال اور عزت آبرو کے تحفظ کو یقینی بنانا چاہیے۔

## بین الاقوامی معاہدات کی پاسداری پر مسلمانوں کے مطالعات

بین الاقوامی تعلقات کے فروغ میں معاہدہ ریڑ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے جس پر اقوام و ممالک کو اعتماد ہوتا ہے چونکہ معاہدہ دو ممالک، دو قوموں یا دو افراد کے درمیان ایک پیمان ہوتا ہے جس کی پاسداری فریقین پر لازم و ضروری ہوتی ہے۔۔عدم پاسداری پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے معاہدہ کی پاسداری نہ کی اس کا کوئی دین نہیں۔[81] اس ضمن میں امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں: جب کوئی معاہدہ کر کے امان لے تو اس کے لیے وہ ذمہ اٹھا دینا جائز نہیں اور نہ ہی بد عہدی جائز ہے نہ ہی وہ ان کے ساتھ دھوکہ کرے۔[82]

سید ابوالاعلی مودودی رقمطراز ہیں: اسلامی قانون جنگ اور صلح دونوں حالتوں میں وفائے عہد کی سخت تاکید کی گئی ہے۔[83] ڈاکٹر دسوقی کے مطابق مسلمانوں کے احوال جیسے بھی ہوں جب معاہدہ ہو جائے تو اس کا احترام کیا جائے گا، معاہدہ تقریری ہو یا تحریری، اس کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں۔[84] اسلام نے کسی بھی حالت میں مسلمان کو معاہدہ توڑنے کی اجازت نہیں دی ماسوائے اس صورت کے جس میں مقابل معاہدات توڑ کر بغاوت کرے یا نقصان پر اتر آئے یا خود معاہدہ توڑ دے۔ بصورت دیگر معاہدہ کی پاسداری ہر حال میں لازم و ضروری ہے۔ کیوں کہ جب تک سلطنتوں میں اعتماد نہ ہو بین الاقوامی تعلقات کو کسی صورت فروغ نہیں مل سکتا ممالک و اقوام کی بہتری تعلقات اور اعتماد کو بحال رکھنے میں ہی ہوتی ہے

ورنہ عدم پاسداری کا مرتکب ملک نقصان اٹھاتا ہے۔ جب بنو قریظہ اور بنو نضیر کے یہودیوں نے معاہدہ توڑا تو نقصان اٹھایا۔ آج بھی معاہدہ کی وہی حیثیت ہے جو عہد رسالت ﷺ میں تھی۔

## خلاصہ بحث

بین الاقوامی تعلقات سے متعلق مسلمانوں کے مطالعات سے استفادہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے تمام مذاہب و اقوام کے اسکالرز بین الاقوامی تعلقات پر وہ خدمات سرانجام نہیں دے سکے جو مسلمان محققین نے دی ہیں عہد رسالت سے عہد حاضر تک مسلمانوں نے ہر دور کے مطابق تسلسل سے اس کو موضوع بحث بنائے رکھا تاکہ ہر دور کی اقوام اسلامی بین الاقوامی تعلقات سے استفادہ کر سکیں۔ دنیا کا کوئی قانون اسلامی بین الاقوامی قانون کا مقابلہ نہیں کر سکتا یہی وجہ ہے کہ اسلامی اسکالرز اس فن میں ہمیشہ نمایاں رہے۔ اور وقت کی ضرورت کے پیش نظر نت نئے پیش آمدہ مسائل کا محنت و جانفشانی سے حل پیش کرتے رہے ایسا کوئی دور نہیں گذرا جس میں مسلمانوں کو کسی اور قانون کا سہارا لینا پڑا ہو یہی بین الاقوامی تعلقات سے متعلق قانون کی جامعیت و ہمہ گیریت ہے ان کی خدمات کسی بھی عہد سے متصادم نہیں ہوئی نہ ہی ایسا کوئی معاملہ سامنے آیا کہ جس کو حل نہ کیا جا سکا ہو۔ مسلمانوں نے اقوام عالم میں امن و امان کی صورت حال، بین الاقوامی معاہداتی تعلقات، بین الاقوامی تجارتی تعلقات، جنگی صورت حال میں عورتوں ، بچوں، بوڑھوں، مذہبی رہنماؤں اور بیماروں، سفیروں اور جنگی قیدیوں کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے رہنما اصول وضع کیے۔

ہر حال میں اپنے مطالعات میں انسانی اقدار اور اس کے تحفظ کو ترجیح دی، جبر و ستم، ظلم و بربریت ، قتل و غارت گری، فتنہ واشتعال انگیزی جیسی صورت حال کی حوصلہ شکنی کی۔ اور بین الاقوامی تعلقات کی تفہیم و وسعت میں انتہائی اہم کردار ادا کیا یہاں تک کہ اقوام، معاشروں اور انسانی اقدار کے احیاء کی خاطر باہمی تعلقات کو ضروری قرار دیا تاکہ ان کو حقوق کی عدم فراہمی کی وجہ سے معاشرتی بے سکونی اور جنگی امور و معاملات کا کبھی بھی سامنا نہ کرنا پڑے اور وہ پرامن و سکون زندگی گذار سکیں۔ مسلمانوں کا یہ عظیم الشان کارنامہ اقوام، ممالک اور معاشروں کی بقاء کے لیے مرکز و مرجع کی حیثیت رکھتا ہے جس کے مطالعہ سے استفادہ کر کے اقوام کے باہمی تعلقات کو بہتر و وسیع کیا جا سکتا ہے۔

# حوالہ جات وحواشی

1 قلعجی ،محمد رواس و قنیبی، حامد صادق، معجم لغۃ الفقهاء ، دار النفائس للطباعة والنشر والتوزیع ،1988ء ،۲۵۳/۱۔

2 جوہری ، اسماعیل بن حماد لغت کے امام ہیں،۔آپ کی کتب میں ''الصحاح ، العروض اور النحو '' شامل ہیں ۔ ۱۰۰۳ھ کو وصال ہوا۔(معجم الادباء، ج ۲، ص۲۶۲ ، الاعلام للزرکلی، ج۱، ص۳۱۲)

3 جوہری ،اسماعیل بن حماد، ابو نصر ،الصحاح تاج اللغة و صحاح الئربیة ،بیروت :دار العلم للملائیین،۱۹۸۷ء ، ۶۹۱/۲

4 کاسانی حنفی، ابو بکر بن مسعود بن احمد ،علاؤالدین کاسانی (۵۸۷ھ۱۱۹۱ 236م) ۔ آپ حلب کے رہنے والے تھے اور وہاں ہی آپ کا وصال ہوا۔ فقہ حنفی سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کی تصانیف میں سے : بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ، سلطان المبین فی اصول الدین شامل ہیں ۔ (الأعلام للزرکلی۲/۷۰)

5 کاسانی حنفی ، ابو بکر بن مسعود بن احمد ، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،بیروت:دار الکتب العلمیة ،۱۹۸۶ء ، ۲۶۹/۱۵ ۔

6 علی فرغانی ، علی بن ابو بکر ،المرغینانی ۔(۵۳۰۔ ۵۹۳ھ) آپ کا شمار اکابرین فقہاء احناف میں ہوتاہے۔) آپ کی تصانیف میں سے : بدایة المبتدی ، الهدایه فی شرح البدایة ، منتقی الفروع، الفرائض ،التجنیس والمزید ، مختارات النوازل وغیرہم ہیں ۔ (الأعلام للزرکلی ۴ /۲۶۶)

7 علی فرغانی ،علی بن ابو بکر بن عبد الجلیل مرغینانی، الهدایة فی شرح البدایة،بیروت:دار احیاء التراث العربی،۱۴۱۱ء ،۵۰/۲۔

8 ابن عابدین محمد امین بن عمر شامی (۱۱۹۸۔۱۲۵۲ھ) آپ شامی فقیہ اور ہم عصر فقہائے احناف کے امام تھے۔ آپ نے کئی کتب تحریر کیں جن میں : رد المحتار علی الدر المختار ، حاشیة علی المطول ، الرحیق المختوم (فی الفرائض ) اور مجموعہ رسائل ابن عابدین وغیرہم شامل ہیں۔ (الأعلام للزرکلی ۴۲/۶)

9 ابن عابدین شامی ، محمد امین بن عمر الدمشقی،حاشیه ابن عابدین ،ملتان :مکتبہ امدادیة ،۱۹۹۶ء، ۵۴/۱۔

10 سرخسی ، محمد بن احمد بن سهل ،شمس الأئمه ، آپ کا تعلق خراسان کے علاقہ سرخس سے تھا ،مجتهد ،قاضی ،کبار احناف میں سے تھے۔فقہ حنفی پر بہت کام کیا اور بہت سی کتب تحریر کیں ۔آپ نے زیادہ تر شروحات لکھی ہیں ۔ جس طرح : شرح لکتاب السیر الکبیر ، شرح لکتاب السیر الصغیر ، شرح الزیادات الزیادات ،الاصول ، شرح مختصر الطحاوی ، اور المبسوط بھی آپ کی کاوش کا نتیجہ ہے ۔ (الاعلام للزرکلی ۳۱۵/۵)

11 السرخسی ،محمد بن احمد شمس الائمه سرخسی، المبسوط ،بیروت: دار المعرفة، ۱۴۰۶ھ، ۲۸۰/۱۱۔

12 ابوزہرہ مصری، محمد بن احمد(۱۳۱۶۔۱۳۹۴م)۔محلۃ الکبری میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں وصال ہوا، جامعہ قاہرہ میں کلیہ حقوق کے ڈین رہے ہیں،۔چاروں آئمہ (امام ابوحنیفہ،امام مالک،امام شافعی،امام احمد بن حنبل) پر ضخیم کتب لکھیں ۔ان کے علاوہ:الاحوال الشخصیة ، الوحدة الاسلامیة، الحریة والعقوبة فی الشریعة الاسلامیة ، محاضرات فی مقارنات الادیان اور محاضرات فی المجتمع الاسلامی تحریر کیں۔(الأعلام للزرکلی۲۶/۶)

13 مصری ،ابو زہرہ ،محمد ،استاذ،مقدمہ شرح کتاب السیر الکبیر،مصر ،الجامعة القاهرة،۲۰۰۰ء، ص:۳۳۔

14 ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدرآبادی(۱۹۰۸۔۲۰۰۲ء)حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے اور فرانس میں فوت ہوئے۔ابتدائی تعلیم حیدرآباد میں حاصل کی فرانسیسی زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا اور دو جلدوں پر مشتمل سیرت لکھی۔کثیر تعداد میں تحقیقی کتب تحریر کیں جن میں Muslim Conduct of State، : )،رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی و جانشینی،اسلام کا قانون بین الممالک ترجمہ وغیرہ شامل ہیں)(ڈاکٹر محمد حمید اللہ: محدث تذکرہ خورشید احمد )

15 Hamidullah,The Muslim Conduct ,P.3 ,Sh. Muhammad Ashraf ,7-Aibak Road ,Lahore-Pakistan.

16 Sir John William Salmond KC (3 December 1862 - 19 September 1924) was a legal scholar, public servant and judge in New Zealand..His Publications: Jurisprudence or the Theory of the Law ,The Law of Torts (1907)

17 John Salmond, Jurisprudence ,All Pakistan Leagal Decisions church road Lahore,P17-18

18 محمد طاہر القادری،ڈاکٹر،اسلام اور اہل کتاب،لاہور: منہاج القرآن پبلیکیشنز،۲۰۱۵ء،ص:۴۴۲

19 محمد حمید اللہ،ڈاکٹر،خطبات بہاول پور،بہاول پور: اسلامیہ یونیورسٹی، ص:۳۵

20 بخاری، محمد بن اسماعیل ، الجامع الصحیح،کتاب الجهاد ،باب الحرب خدعة، بیروت: دار الکتب العلمیة،۲۰۰۲ء، ۶۴/۴،مسلم بن حجاج قشیری ، الجامع الصحیح ،کتاب الجهاد ، باب جواز خداع فی الحرب ،بیروت : دار الکتب العلمیة،۲۰۰۲ء،۱۳۶۲/۳

21 ذہبی ، محمد بن احمد بن عثمان ،تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر الاعلام، دار الغرب الاسلامی ،۲۰۰۹ء، ۱۱۳۹/۲، ذہبی ، محمد بن احمد بن عثمان،تذکرة الحفاظ، بیروت : دار الکتب العلمیة ،۱۹۹۸ء، ۶۲/۱

22 ربعی،محمد بن محمد ،عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر،بیروت: دار القلم،۱۹۹۳ء، ۸۱/۱ ،صفدی ،صلاح الدین ،الوافی بالوفیات، بیروت:دار احیاء التراث ،۲۰۰۰ء،۳۲۹/۲

23 تذکرة الحفاظ للذہبی۳۳۷/۵

24 بخاری ،محمد بن اسماعیل ،التاریخ الکبیر ،حیدر آباد ، دکن :دائرۃ المعارف العثمانیہ ، ۱۳۶۰ھ،۳۱/۷، تاریخ الاسلام للذہبی ۱۱۳۹/۲، الاعلام للزرکلی ۲۲۶/۴، سیر اعلام النبلاء ۴۲۱/۴

25 ابن کثیر ،اسماعیل بن عمر بن کثیر ،ابو الفداء الدمشقی (701۔774ھ)۔ ملک شام کی ایک بستی میں پیدا ہوئے اور دمشق چلے گئے وہیں وصال ہوا۔آپ نے جو کتب تحریر کیں ان میں : البدایۃ والنہایۃ ، تفسیر القرآن العظیم ، شرح صحیح البخاری ، طبقات الفقہاء الشافعیین شامل ہے۔ (الاعلام للزرکلی۱/۳۲۰)

26 ابن کثیر ، محمد بن اسماعیل، البدایۃ والنہایۃ، بیروت:دار الفکر العربی،۱۹۸۶ء، ۱۰۱/۹۔

27 ابن ندیم ، محمد بن اسحاق بن محمد بن اسحاق ابو الفرج بن ابی یعقوب الندیم (438ھ م) ۔ معتزلی ،ابن ندیم نے جو کتب تحریر کیں ان میں : الفہرست ، التشبیہات شامل ہیں ۔ ب عض نے کہا کہ ابن ندیم معتزلی ہے اور بعض نے اشاعرہ میں شمار کیا ہے۔ان کا تعلق بغداد سے تھا۔ (الاعلام للزرکلی ۲۹/۶)

28 ابن ندیم ،محمد بن اسحاق ،ابو الفرج ،الفہرست، بیروت:دار المعرفۃ ،۱۹۹۷ء ،ص:۲۴۴

29 الاعلام للزرکلی ۵۹/۳

30 خطبات بہاول پور، محمد حمید اللہ، ص:۱۵۸

31 المزی ، یوسف بن عبد الرحمن، : تہذیب الکمال، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ،۱۹۸۰ء ، ۴۴۲/۲۶

32 الشیرازی ، ابو اسحاق ابراہیم بن علی ،طبقات الفقہاء، بیروت: دار الرائد العربی ،۱۹۷۰ء،۶۳/۱ ،تہذیب الکمال لمزی ۴۲۰/۲۶

33 معجم المؤلفین ،۲۱/۱۲

34 ذہبی ، محمد بن احمد بن عثمان، الکاشف، جدۃ:دار القبلۃ لثقافۃ الاسلامیۃ، ۱۵۶/۲،تاریخ الاسلام للذہبی ۱۹۳/۴،تذکرۃ الحفاظ للذہبی

۱ /۱۳۰، سیر اعلام النبلاء للذہبی ۴۹۲/۶،ابن حجر عسقلانی ،احمد بن علی،لسان المیزان،ہند:دائرۃ المعرف النظامیۃ،وبیروت: مؤسسات الاعلمی للمطبوعات،۴۰۲/۹، طبقات الحفاظ للسیوطی ۸۳/۱

35 سیوطی ، عبد الرحمن بن ابی بکر ، جلال الدین ،طبقات الحفاظ ، بیروت :دار الکتب العلمیۃ،۱۹۹۸ء،۸۳/۱

36 معجم المؤلفین، ۲۱/۱۲ ، الوافی بالوفیات، ۳۲۹/۲

37 کوثری، محمد زاہد بن حسن، (1296۔1371ھ)دوزجہ میں پیدا ہوئے اور جامع الفاتح میں تعلیم حاصل کی۔فقہ حنفی سے تعلق تھا۔۔ کئی کتب تحریر کیں جن میں :تانیب الخطیب، محمد بن الحسن الشیبانی، ابو یوسف القاضی شامل ہیں۔ (الأعلام ۱۲۹/۶)

38 ابو الوفاء افغانی،سید :مقدمہ الرد علی سیر الاوزاعی ، کراچی :ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، ص:۴

39 سیر اعلام النبلاء ۸، /۵۳۹

40 ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری، بیروت :دار الکتب العلمیۃ ،۱۹۹۰ء،۳۴۷/۷۔

41 تعجیل المنفعة ۳٦۱/۱،تهذیب الاسماء ۱۰۲/۱ زین الدین ،قاسم بن قطلوبغا ،تاج التراجم فی طبقات الحنفیة ،دمشق،دار القلم، ۱۹۹۲ء۔۱۸/۱،الوافی بالوفیات ۲۸۵/۱

42 طرطوسی ،نجم الدین ابراهیم بن علی،تحفة الترک فیما یجب ان یعمل فی الملک ، بیروت :دار الکتب العلمیة،س ن،86/1

43 ابن حجر عسقلانی ، احمد بن علی ، تهذیب التهذیب ، ہند:مطبعة دائرة المعارف النظامیة،۱۳۲٦ء۔ ۲۳/۹

44 ذہبی ، سیر اعلام النبلاء، ٦/۱۰

45 ابن حجر عسقلانی ،تهذیب التهذیب ،۲٦/۹

46 طبقات الحفاظ للسیوطی، ۴۹/۱

47 ایضاً، ۱۸۹/۳،۴

48 ایضاً، ۲۰٦/۵

49 قاسم بن قطلوبغا حنفی:تاج التراجم فی طبقات الحنفیة ۱۸/۱

50 الأعلام للزرکلی ۲٦/٦

51 فاروقی، لطف الرحمن: ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ایک بے مثال محقق،اسلام آباد: ماہنامہ ''دعوۃ'' ۔ خصوصی شمارہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نمبر، ج۹، شمارہ ۱۰(مارچ،2013)،ص:۴۷

52 البقرۃ:193

53 المبسوط للسرخسی 31/10

54 مودودی، سید ابوالاعلیٰ، الجہاد فی الاسلام، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن،2009ء،ص:29

55 بین الاقوامی تعلقات، وھبہ زحیلی، ڈاکٹر، ترجمہ، مولانا حکیم اللہ، اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی، 2010ء،ص:43

56 The speach and table talk of the Prophet Mohammad ,London Macmillan,1882, p:33

57 A Study of History, Arnold Toyn, Vo12

58 ہفت روزہ،اخبار جہاں، کراچی،25 دسمبر،1995ء۔

59 قریشی، محمد اشتیاق، پاکستان ناگزیر تھا، کراچی، جامعہ کراچی، ص:150

60 الجامع الصحیح للبخاری 1098/3، الجامع الصحیح لمسلم 1364/3

61 السیر الصغیر لمحمد بن الحسن الشیبانی 249/1

62 سید مودودی، الجہاد فی الاسلام، ص:223

63 روزنامہ ڈان، کراچی،20 دسمبر 1998ء۔

64 یوسف قرضاوی، اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے حقوق، ص:114
65 المسند لاحمد بن حنبل 300/1، المسند لابی یعلی 422/4
66 السیر الکبیر لمحمد بن الحسن الشیبانی 196/4
67 امام محمد بن الحسن الشیبانی اور ان کی فقھی خدمات ،ص:436
68 السیر الصغیر 110/1
69 المبسوط للسرخسی 5/10
70 وہبہ زحیلی ، العلاقات الدولیۃ فی الاسلام ،ص: 40
71 سیرۃ الرسول ، محمد طاہر القادری ، 720/7
72 سرخسی ، شرح السیر الکبیر 1024/1
73 سرخسی ، شرح السیر الکبیر 1024/1
74 وہبہ زحیلی ،العلاقات الدولیۃ فی الاسلام ،ص:10
75 دسوقی ،امام محمد بن الحسن الشیبانی و اثرہ فی الفقہ الاسلامی ،ص:400
76 المسند احمد بن حنبل 306/6
77 العلاقات الدولیۃ فی الاسلام ،وہبہ زحیلی ،ص: 120
78 المبسوط للسرخسی 92/10
79 امام محمد بن الحسن الشیبانی و اثرہ فی الفقہ الاسلامی ،ص:400
80 سید مودودی ،الجہاد فی الاسلام ،ص: 232
81 ابن حبان ، الصحیح 423/1
82 کتاب الاصل لمحمد بن الحسن الشیبانی 39/5
83 سید مودودی ، الجہاد فی الاسلام ،ص:240
84 الامام محمد بن الحسن الشیبانی و اثرہ فی الفقہ الاسلامی ،ص: 402